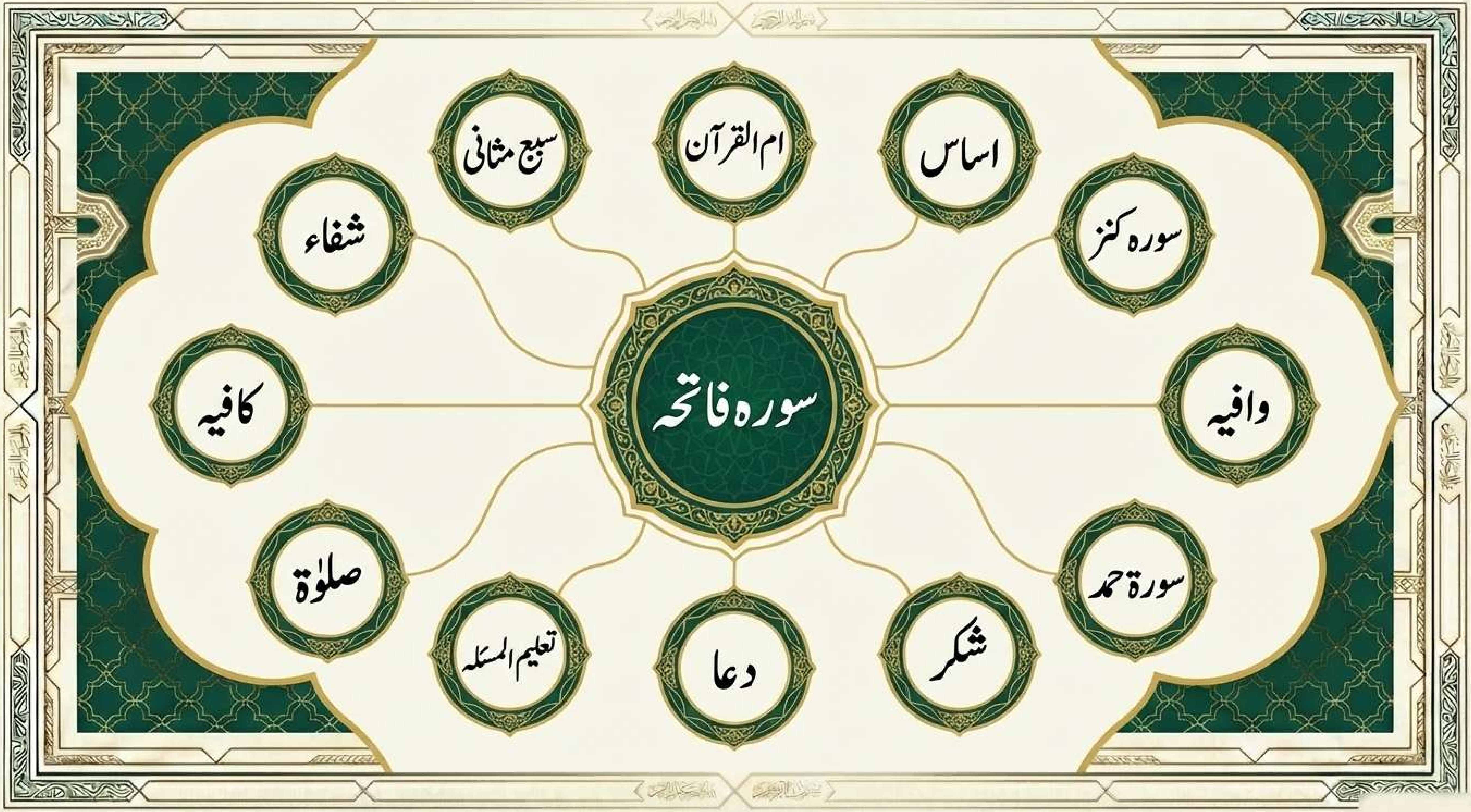
موضوع:- سورہ فاتحہ کے 14 نام

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII


سورہ فاتحہ
ام القرآن
اساس
سورہ کنز
وافیہ
سورۃ حمد
شکر
دعا
تعلیم المسئلہ
صلوٰۃ
کافیہ
شفاء
سبع مثانی

1:- سورة فاتحہ

اس لیے کہ یہ قرآن کے لیے محلِ افتتاح ہے۔

2:- اساس

چونکہ یہ محل افتتاح ہے تو گویا یہ
قرآن مجید کیلئے بنیاد (اساس) ہے

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

3-: اُم القرآن:

اور اُم القرآن کی دو وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: قرآن مجید جن مضامین پر مشتمل ہے سورہ فاتحہ بھی ان مضامین پر مشتمل ہے اور وہ مضامین تین ہیں: اللہ کی تعریف کی گئی ہے، اور اُمر و نہی کی تابعداری کا حکم دیا گیا ہے، اور نیکوکاروں کے لیے وعدہ اور نافرمانوں کے لیے وعیدوں کا بیان کیا گیا ہے۔

دوسری وجہ: وہ مضامین جو قرآن مجید کے اندر تفصیلاً موجود ہیں، وہ سورۃ فاتحہ کے اندر اختصار کے ساتھ موجود ہیں اور وہ دو مضامین ہیں۔ ایک حکم نظری ہے، دوسرا احکام عملی ہے۔

4:- سورۃ کنز

حدیث میں ہیکہ ہے کہ "یہ سورۃ فاتحہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے ایک خزانہ ہے وہاں سے نازل کی گئی ہے۔"

5:- وافیہ

سورہ فاتحہ میں تنصیف نہیں ہو سکتی یعنی یعنی کہ آپ نے ہر رکعت کے اندر سورہ فاتحہ کو پورا ادا کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ باقی میں تنصیف ہو سکتی ہے

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

6:- کافیہ

اگر صرف اس کو ادا کر دیا جائے تو یہ نماز میں کافی ہو جاتی ہے۔ اگر اس کے علاوہ سورتوں کو ادا کیا جائے نماز کے اندر اور سورۃ فاتحہ کو ادا نہ کی جائے تو وہ کافی نہیں ہو نگی۔

اس لیے کہ سورہ فاتحہ کے اندر
"حمد" بھی ہے (الحمد للہ)،
"شکر" بھی ہے (رب العالمین،
الرحمٰن، الرحم، الرحیم، مالک یوم
الدین، ایاک نعبد و ایاک نستعین)
اور "دعا" بھی ہے
(اھدنا الصراط المستقیم)۔

سورہ:- 7,8,9
حمدہ، شکر اور دعا

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

10- تعلیم المسئلہ

اسلئے کہ اسمیں سوال کرنے کی تعلیم
دی گئی ہیکہ جب بھی سوال کیا جائے تو
پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جائے۔

11:- صلوۃ

اس لیے کہ نماز میں اس کا پڑھنا یا
تو واجب ہے یا تو مستحب ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
S A I F I I I

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

13, 12:-شافیہ اور شفا

اس لیے کہ حدیث میں ہیکہ "اس میں ہر بیماری کی شفا ہے۔"

14:-سبع مثانی

"سبع" اسلئے کہ سورۃ فاتحہ کی سات آیات ہیں۔ "مثانی" اسلیے کہ نماز میں اس کا بار بار تکرار کیا جاتا ہے یا اسلئے کہ یہ دو مرتبہ نازل ہوئی ہے۔

موضوع:۔ تسمیہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے کہ نہیں؟

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

۱

اہل مکہ اور کوفہ کے قراء و فقہاء، ابن مبارک اور
شافعی کے نزدیک تسمیہ سورۃ فاتحہ کا جزء ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

امام شافعی کے دلائل

امام شافعی تسمیہ کو سورۃ فاتحہ کا جز قرار دینے کے لیے چار دلائل دیتے ہیں
(دو حدیثیں، ایک اجماعِ قولی اور ایک اجماعِ فعلی):

دلیلِ اول:- حدیثِ ابوہریرہ: ہیکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "فاتحہ الکتاب کی سات آیات ہیں اور پہلی آیت 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' ہے۔"

دلیلِ ثانی:- حدیثِ اُم سلمہ: "آپ ﷺ نے سورۃ فاتحہ کی قرات کی اور 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' اور 'الحمد اللہ رب العالمین کو ایک آیت شمار کیا۔"

نوٹ: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تسمیہ مستقل آیت ہے، جبکہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مابعد آیات سے مل کر ایک آیت بنتی ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFI

دلیلِ ثالث:- اجماعِ قولیٰ: وہ یہ ہیکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ دو دو گتوں ہے کہ دو گتوں کے درمیان جو کچھ ہے وہ کلام اللہ ہے تو لہذا تسمیہ بھی سورۃ فاتحہ کا جز ہے۔

دلیلِ رابع:- اجماعِ فعلی: قرآن کو غیرِ قرآن سے الگ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی (حتیٰ کہ آمین کو بھی نہیں لکھا گیا) اس کے باوجود تسمیہ کو لکھا جانا اس اس کے جز ہونے کی دلیل ہے۔

2

اہل مدینہ، بصرہ اور شام کے قراء و فقہاء: امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک رحمہما تسمیہ سورۃ فاتحہ کا 'جز نہیں ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

امام صاحب کا موقف: اس معاملے میں امام صاحب سے کوئی نص
منقول نہیں ہے، لیکن بظاہر ان کا مذہب یہی معلوم ہوتا ہے کہ
جز تو نہیں ہے لیکن قرآن مجید کا جز ہے۔ ثر تسمیہ سورۃ نا فاتحہ

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

موضوع:- تسمیہ کے لفظِ "ب" کے متعلق بحث

Tafseer-e-Baizavi

1۔ تسمیہ میں موجود "ب" اگر "استعانت" کے معنی میں ہو تو اس کا متعلق (عامل) کیا ہو گا؟

پہلا احتمال (راجح):
یہاں 'اُقرأ' کو متعلق مانا جائے گا۔

وجہ: فاعل جس فعل کی بھی ابتدا کرے گا، اُسی فعل کے مناسب لفظ کو مقدر مانا جائے گا۔ مثلاً تلاوت سے پہلے 'اقرأ'، اور کھانے سے پہلے 'آکُلُ'۔

دیگر احتمالات:

"ابدأ" کو مقدر نہیں مانا جائے گا کیونکہ یہ قرات کے مطابق نہیں ہے،

"ابتدائی" کو بھی نہیں مانا جائے گا کیونکہ اس صورت میں زیادہ الفاظ پوشیدہ ماننے پڑیں گے۔

2- معمول کی تقدیم:

سوال:- یہاں معمول (بسم اللہ) کو عامل (اقرأ) پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب:- اس کے پانچ فوائد ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

پہلا فائدہ:- "اہمیت": یعنی اللہ کا نام زیادہ اہم ہے۔

دوسرا فائدہ:- "اختصاص": اس بات پر دلالت کہ ہم مدد صرف اللہ ہی سے مانگتے ہیں۔

تیسرا فائدہ:- "تعظیم": اللہ کے نام کی تعظیم مقصود ہے۔

چوتھا فائدہ:- "مطابقتِ وجود": جب اللہ تعالیٰ ہر چیز سے مقدم ہے، تو اسکا نام بھی مقدم ہونا چاہیے۔

پانچواں فائدہ:- "آلہ کی تقدیم": اللہ کا نام 'آلہ' ہے اور آلہ 'ذی آلہ' پر مقدم ہوتا ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
S A I F I I I

3-اعتراض

اعتراض: آلہ تو غیر مقصود اور تابع ہوتا ہے۔

جواب

جواب: لفظ "اللہ" آلہ تو ہے مگر یہ غیر مقصود نہیں کیونکہ کوئی بھی کام شرعاً تب تک مکمل یا معتبر نہیں ہوتا جب تک اسے اللہ کے نام سے شروع نہ کیا جائے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے: "ہر وہ کام جو اہمیت والا ہے، اگر اسے "بسم اللہ" سے شروع نہ کیا جائے تو وہ نامکمل ہے۔"

4- "باء" اگر "مصاحبت" کے لیے یعنی برکت حاصل کرنے کے لیے ہو تو ترجمہ یہ ہو گا کہ "میں قرآت کرتا ہوں اس حال میں کہ میں اللہ کے نام سے برکت حاصل کرنے والا ہوں۔"

اشکال:- اللہ تعالیٰ خود اپنے نام سے برکت حاصل کرر ہے ہیں اور اپنی ہی تعریف کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

جواب: بندوں کے لیے تعلیم ہے اسلئے کہ تسمیہ اور سورۃ فاتحہ کی قرائت تو بندے کرتے ہیں۔ تو ہم بندوں کو سکھا رہے ہیں کہ:

- آپ اللہ کے نام سے برکت کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔
- اس کی نعمتوں پر تعریف کیسے کر سکتے ہیں۔
- اس کے فضل کا سوال کیسے کر سکتے ہیں۔

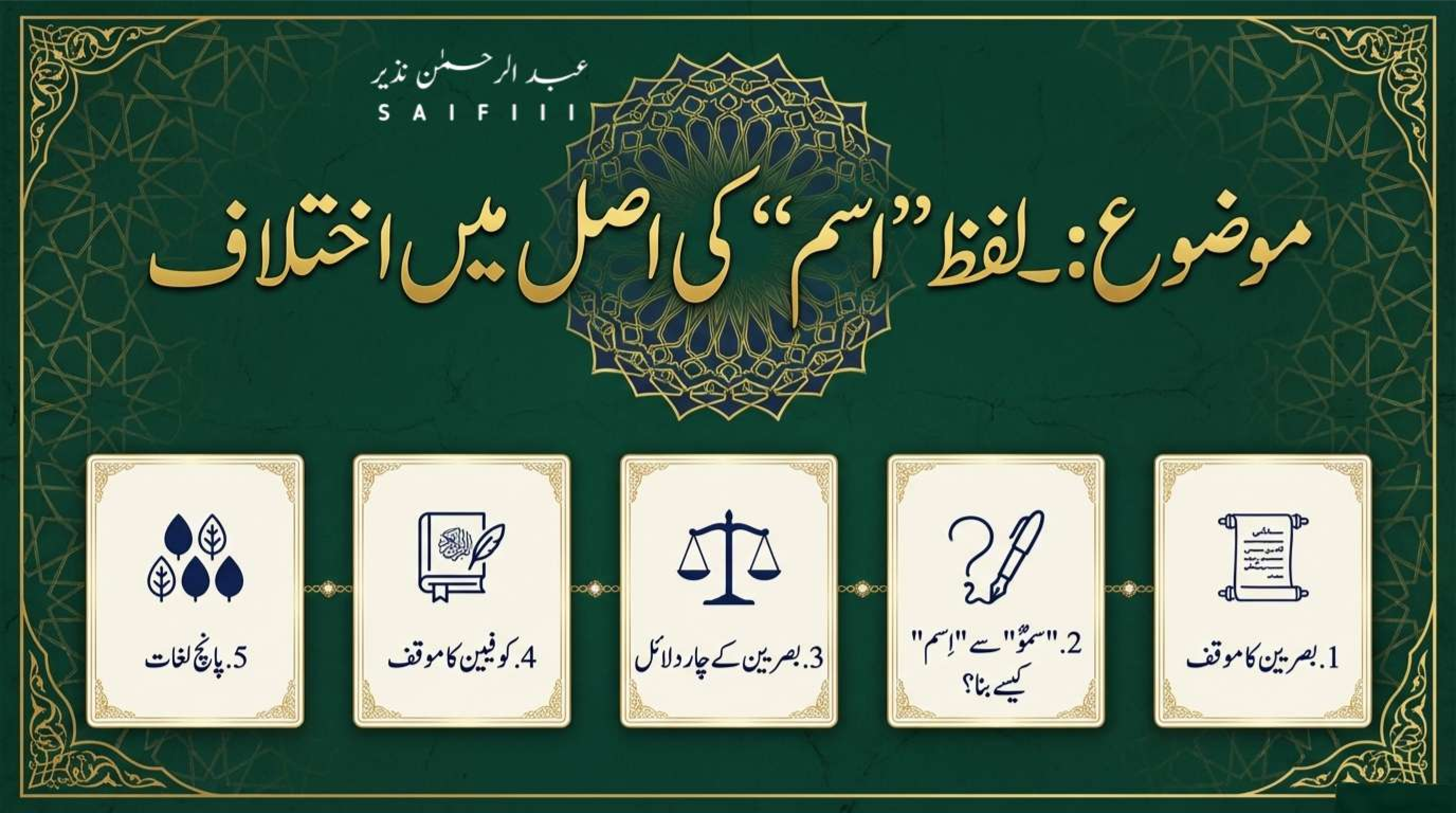
عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

5- باء کے نیچے کسرہ کی وجہ:-

اشکال: تسمیہ کی باء مکسور کیوں ہے؟
حالانکہ باء تو حروف مفردہ میں سے
ہے اور وہاں پہ تو فتحہ آنا چاہیے
اس لیے کہ فتحہ اُخف الحرکات ہے۔



جواب: جس طرح یہاں پر
حرفیت ہے تو جریّت بھی ہے
اور حرفیت اور جریّت کے
مناسب کسرہ ہے۔



عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII
موضوع: لفظ ''اسم'' کی اصل میں اختلاف
1. بصرین کا موقف
2. "سمُوٌّ" سے "اِسم" کیسے بنا؟
3. بصرین کے چار دلائل
4. کوفین کا موقف
5. پانچ لغات

1-: بصریین کا موقف

بصریین کے نزدیک اسم کی اصل "سمْوٌ" ہے بمعنیٰ "بلندی" اور اِسم بھی مسمّٰی کی بلندی کا سبب بنتا ہے۔

اس لیے کہ حقیر اشیاء کا نام نہیں رکھا جاتا بلکہ انہیں اِسمِ جنس سے پکارا جاتا ہے،

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

2:۔ "سمُوٌ" سے "اِسم" کیسے بنا؟

سِمُوٌ « « اِسْمٌ

آخر سے کثرتِ استعمال کی وجہ سے "واؤ" کو حذف کر دیا۔

اور سین کے کسرہ کو مبنی بر سکون بنا دیا۔

پھر شروع میں ہمزہ وصلی لے آئے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

3:۔ اسم کی اصل "سِمُوٌ" ہے اس پر بصریین کے چار دلائل

دلائل

- اسماءٌ (اِسم کی جمع) اصل میں "اُسْمَاوٌ" تھا
- اسامیُّ (اسماء کی جمع ہے) اصل میں "اُسَامِوُ" تھا
- سُمَیٌّ (تصغیر) اصل میں "سُمَیْوٌ" تھا
- سَمَّیْتُ (صیغہ متکلم) اصل میں "سَمَّوْتُ" تھا

ان سب کے آخر میں واؤ کا آنا اس بات کی علامت ہیکہ اسم "سموٌ" سے نکلا ہے۔

4:۔ کوفیین کا موقف

کوفیین کے نزدیک اِسم کی
کی اصل "وسمٌ" ہے اور پھر
واؤ کو کر کے اس کے عوض
میں ہمزہ لے آئے۔

وُ → و

اور کوفیین کے نزدیک ماقبل ۂ کی اصل
"اَوْسَامِ، اَوَاسِمْ، وُسَیْمٌ، وَسُمْتُ"
ہے، یعنی ان کے نزدیک یہاں پر بھی
واؤ "وسم" کی طرح شروع میں آتا ہے۔
اور پھر آپ نے قلب کر دیا۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

جواب

ہمارے نزدیک یہاں قلب نہیں ہوا، اور عرب کی یہ عادت نہیں
کہ وہ شروع سے حرف کو حذف کر کے ہمزہ وصلی لے آئیں۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

5:۔ لفظ اسم میں پانچ لغات ہیں

سِمٌ

سُمٌ

سُمًى

اِسْمٌ

اُسْمٌ

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

موضوع:۔ اِسم اپنے مسمّٰی کا عین ہے یا غیر

1. عند البعض:

اِسم سے لفظ مراد ہے اور اِسم اپنے مسمیٰ کا غیر ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
S A I F I I I

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

1

دلیل اوّل:- اسم مختلف الفاظ سے جڑ کر بنتا ہے
جبکہ مسمیٰ تو کسی سے مرکب نہیں

2

دلیلِ ثانی:- زبان و قوم کے اختلاف سے اسم بدلتا ہے لیکن
مسمیٰ نہیں بدلتا، جیسا کہ اللہ، خدا۔

3

دلیلِ ثالث:- کبھی اسم متعدد ہوتا ہے جبکہ مسمیٰ متحد ہوتا ہے جیسے (لیث، اسد، غضنفر)
غضنفر) اور کبھی اسم متحد ہوتا ہے اور مسمیٰ متعدد ہوتے ہیں (عین)۔

2. عند البعض:

اسم سے ذات الٰہی مراد ہے اور اسم اپنے مسمّٰی کا عین ہے۔

دلیل: "تبارَک اسْمُ رَبِّکَ" اور "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی"۔

عبد الرحمٰن نذیر

S A I F I I I

1

جواب ①: ذات وصفات کی طرح
اسمِ الٰہی ہر عیب سے پاک ہے۔

2

جواب ②: اسم یہاں "زائد" ہے

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

3. ابوالحسن اشعری:
اسم سے صفت مراد ہے:

- اگر صفت موصوف کا عین ہو تو اسم "عینِ مسمیٰ" ہو گا۔
- اگر صفت موصوف کا غیر ہو تو اسم "غیرِ مسمیٰ" ہو گا۔
- اگر صفت نہ عینِ موصوف ہو نہ غیرِ موصوف، تو اسم نہ عینِ مسمیٰ ہو گا نہ غیرِ مسمیٰ ہو گا

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

4:- نتیجہ :-

لہذا عینیت و غیریت کا مدار قرینے پر ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

موضوع: لفظ اللہ کے علم اور مشتق ہونے کے متعلق بحث

چار مذاہب

1. مذہب اول (مشتق و صفت ہے)

2. مذہب ثانی (جامد و علم ہے)

3. مذہب ثالث (اصالۃً صفت، استعمالاً علم)

4. مذہب رابع (سریانی زبان)

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

مذہب اول:- "لفظ اللہ مشتق وصفت ہے"

مشتق منہ کے بارے میں پہلی رائے:- لفظ اللہ "اِلٰہٌ" سے مشتق ہے (ہمزہ کو حذف کرکے اسکے عوض الف لام لائے)

باب "سَمِعَ"

- "حیران و پریشان کرنا": اور عقل اللہ کی معرفت میں حیران و پریشان ہے۔
- "سکون حاصل کرنا": اور روح کو اللہ کی معرفت سے سکون ملتا ہے۔
- "گھبرائے ہوئے شخص کو پناہ دینا": اور پناہ لینے والا شخص گھبرا کر اللہ کے پاس جاتا ہے۔
- "اونٹنی کے بچے کا اپنی ماں سے چمٹ جانا": اور بندہ مصیبت میں گڑگڑا کر اللہ سے چمٹ جاتا ہے۔

باب "نَصَرَ"

آگر باب "نَصَرَ" سے ہو تو اِلٰہٌ بمعنی: "عبادت کرنا":
اور اللہ ہی کی عبادت کی جاتی ہے۔

مشتق منہ کے بارے میں دوسری رائے:-

لفظ اللہ "وِلَاہٌ" سے مشتق ہے بمعنی: "جب عقل حیران ہو جائے":

(واؤ پر کسرہ ثقیل تھا لہذا واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا) اِعاء اور اشاح کی طرح۔

مشتق منہ کے بارے میں تیسری رائے:-

لفظ اللہ "لاہ" سے مشتق ہے: (شروع میں ہمزہ کے اضافہ کرنے سے الٰہ بن گیا) بمعنی: "جب کوئی چیز پوشیدہ ہو" اور اللہ تعالیٰ کی ذات آنکھ کے ادراک کرنے سے پوشیدہ ہے اور ہر شے سے بلند ہے۔

مذہب ثانی :- لفظ اللہ جامد و علم ہے

1 دلیل 1: لفظ اللہ موصوف بن سکتا ہے صفت نہیں بن سکتا۔

2 دلیل 2: کوئی ایسا اسم ضروری ہے جس پر اس کی صفات کا اطلاق ہو سکے اور وہ صرف لفظ اللہ ہو سکتا ہے۔

3 دلیل 3: صفت چونکہ قابل اشتراک ہوتی ہے لہذا اگر لفظ اللہ صفت اور مشتق ہو تو پہلا کلمہ توحید کا فائدہ نہیں دے گا۔

عبد الرحمن سیفی
SAIFIII

مذہب ثالث (جسکو مصنف نے راجح قرار دیا):-

لفظ اللہ اصالۃً تو صفت ہے لیکن اب استعمالاً علم ہے جیسا کہ "ثریا و صعق" ہیں

دلیل 1: اسم کو اصالۃً علم ماننے سے لفظ اللہ کی دلالت اس ذات پر ہوگی جو کسی کی عقل میں نہیں آسکتا۔

دلیل 3: لفظ اللہ کا اشتقاق کبیر میں سے ہونا یہ بھی اسکی اصالۃً مشتق وصفت ہونے کی دلیل ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

دلیل 2: "وھو اللہ فی السموات"
یہ آیت صحیح معنی اِسی صورت میں دیگی۔

صحیح ترجمہ

(وہ ذات جو آسمان اور زمین
میں ہے وہ اللہ ہے)

غلط ترجمہ

(اللہ آسمان اور زمین میں ہے)
اللہ کے لیے جسم ہونا لازم آئیگا

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

مذہب رابع :-

لفظ "اللہ" سریانی زبان کا لفظ ہے
ہے لہذا علم و مشتق ہونے کی بحث
تو عربی لفظ میں ہوتی ہے

اصل میں "لاھا" تھا اخیر سے
ہمزہ حذف کر کے شروع میں الف
لام داخل کر کے اللہ بنالیا۔

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

موضوع:۔ رحمٰن اور رحیم کے متعلق بحث

1:- دونوں اسم صفت ہیں جو مبالغہ کیلئے وضع ہیں

2:- یہ دونوں الرحمۃ سے مشتق ہیں جیسا کہ غضبان غَضِبَ سے اور علیم عَلِمَ سے مشتق ہے

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

3:-الرِّحمة لغت میں کہتے ہیں:-

دِل کی ایسی نرمی جو فضل واحسان کا تقاضا کرے
جیسا کہ بچے کیلئے ماں کا رِحم

4:- اشکالِ اوّل: جب رحمٰن اور رحیم دونوں الرحمۃ سے مشتق ہیں تو ایک کو ذکر کرنا کافی تھا دونوں کو ذکر کرنے سے تو تحصیل حاصل لازم آرہا ہے

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

جواب: رحمٰن اور رحیم میں کمیت (افراد) اور کیفیت (چھوٹی و بڑی نعمت) کے لحاظ سے فرق ہے

کمیت میں فرق

فرق: جیسا کہ کہا جاتا ہے رحمٰن الدنیا والآخرۃ ورحیم الآخرۃ

کیفیت میں فرق

فرق: جیسا کہ کہا جاتا ہے رحمٰن الدنیا والآخرۃ، الرحیم الدنیا

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

5:- اشکالِ ثانی:- دل کی نرمی تو صفت
اِنفعال ہے جو اثر کو قبول کرتی ہے جو کہ
جسم کا خاصہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ
جسم سے پاک ہے

جواب:- ان صفات سے انفعال (ابتداء) مراد نہیں ہوتی بلکہ
افعال (انتہاء) مراد ہوتی ہے

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

6:-اشکالِ ثالث:-

قیاس تقاضا کرتا ہیکہ کہ ترقی
ادنی سے اعلیٰ کی طرف ہو تو پھر
رحمٰن کو رحیم پر مقدم
کرنے کی وجہ

جوابِ اوّلِ:۔ طبعاً دنیاوی نعمتیں اُخروی نعمتوں سے مقدم ہوتی ہیں
توذکر اً بھی دنیاوی نعمت کو اُخروی نعمت پر مقدم کیا

جوابِ ثانی:۔ رحمٰن صرف اللہ کیلئے استعمال ہونے کی وجہ سے علم کی
طرح ہوگیا جبکہ رحیم غیر اللہ کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

جوابِ ثالث:- رحمٰن نے بڑی بڑی نعمتوں پر دلالت کی اور رحیم نے بقیہ چھوٹی نعمتوں پر دلالت کی

جوابِ رابع:- قافیہ کی رعایت کیلئے۔ الرحیم تو منصرف ہے لیکن الرحمٰن میں نحوی قاعدہ تو آپسی اختلاف کی وجہ سے ساقط ہو گیا تو غالب استعمال کا لحاظ کرتے ہوئے الرحمٰن کو غیر منصرف پڑھتے ہیں

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

تفسیرِ بیضاوی

اَلحَمدُ لِلّٰہِ

موضوع: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کے متعلق تفصیل

عبد الرحمٰن نذیر

S A I F I I I

فہرست

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

1- حمد، مدح اور شکر کا معنی

حمد کی تعریف

اَلثَّنَآءُ بِاللِّسَانِ عَلَى الْجَمِيْلِ الْاِخْتِيَارِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ غَيْرِهَا

مدح کی تعریف

اَلثَّنَآءُ بِاللِّسَانِ عَلَى الْجَمِيْلِ اَوْ غَيْرِ غَيْرِ الْجَمِيْلِ الْاِخْتِيَارِیْ مِنْ نِّعْمَةً اَوْ غَيْرَهَا

شکر کی تعریف

اَلثَّنَآءُ بِاللِّسَانِ اَوْ الْقَلْبِ اَوْ الْاَعْضَآءِ مِنْ نِّعْمَةٍ

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

2-شکر کے مقابلے حمد و مدح کی نسبت



شکر مورد کے اعتبار سے حمد و مدح سے عام ہے اور متعلق کے اعتبار سے حمد و مدح سے خاص ہے۔

3-حمد و شکر کی نقیض

حمد ⟷ ذم

شکر ⟷ کفران

حمد کی نقیض ذم ہے اور شکر کی نقیض کفران ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

4۔ سوالِ اوّل

"الحمد" میں نصب سے رفع کی طرف عدول کی وجہ؟

جواب

"الحمد" پہلے مفعول مطلق تھا لیکن جملہ فعلیہ حدوث و تجدد پر دلالت کر رہا تھا اور سے

ہم نے اس کو مبتدا بنا کر مرفوع پڑھا تا کہ عموم و ثبوت پر دلالت کرے۔

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

5۔ سوالِ ثانی

"الحمد" کا الف لام کونسا ہے؟

جواب

اگر جنسی ہو ← تو مفہومِ حمد کی طرف اشارہ ہے

اگر استغراقی ہو ← تو معنیٰ ہو گا کہ "تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام نعمتیں عطا کرنے والا ہے۔"

6- استنباط

جب تمام تعریفات
اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں

نتیجہ

تو اس سے ہمیں خود بخود سمجھ آ گیا کہ وہ ذات
جو تمام تعریفوں کی مستحق ہے وہ

حی، قادر، مرید و عالم

بھی ہو گی تب ہی تو وہ تمام تعریفوں کی مستحق ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

7- قرائتِ اخریٰ

اَلْحَمْدُ للّٰهِ

اَلْحَمْدِ لِلّٰهِ

8- اشکال

یہ تو اس وقت ہو سکتا ہے جب
دونوں حروف ایک کلمے میں ہوں۔

جواب

دونوں ساتھ استعمال ہونے کی وجہ سے
ایک کلمے کے حکم میں ہیں۔

موضوع:- 'ربُ العالمین' کے متعلق بحث

عبد الرحمن نذیر

SAIFIII

1:-رب کا معنیٰ

احتمالِ اول

'رب' مصدر ہے جو تربیت کے معانی میں ہے تو اب "رب" کا
مطلب ہو گا' کہ شے کو کمال تک پہنچانا آہستہ آہستہ "
پھر اس کو اللہ کی صفت قرار دے دیا گیا بطور مبالغہ۔

احتمالِ ثانی

'رب' صفت مشبہ کا صیغہ ہے باب نصر سے بمعنیٰ 'مالک' اور اللہ
کو مالک اس لئے کہتے ہیکہ وہ اپنی مملوک چیز کی تربیت و حفاظت کرتا ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

2:-رب کا غیر اللہ پر اطلاق کرنا

رب کا اطلاق غیر اللہ پر مقید کے ساتھ ہو سکتا ہے جیسا کہ "ارجع الی ربک"۔

3:- عالم کا معنیٰ

عالم کہتے ہیں۔ "آلہِ علم" کو جس سے کسی بھی شئ کا علم حاصل ہو سکے لیکن اب اس کا استعمال ہونے لگ گیا ہے ان اشیاء کیلئے جس سے صرف صانع کا علم حاصل ہو سکے۔

عبد الرحمن نذیر
SAIFIII

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

4:- عالم کا مصداق

قولِ اوّل

عالم کا مصداق 'اللہ کے سواء تمام جواہر و اعراض 'اس لئے کہ یہ سب جب اپنے وجود میں اللہ کے محتاج ہیں تو اس سے اللہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔

قولِ ثانی

عالم کا مصداق 'اہل علم ہیں یعنی انسان، جنات، فرشتے' اور اسکے علاوہ باقی تابعی ہونے کی حیثیت سے شامل ہو جائینگے۔

قولِ ثالث

عالم کا مصداق 'صرف انسان ہیں' یعنی ہر انسان مستقل عالم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا علم حاصل ہوتا ہے جیسا کہ باقی جواہر و اعراض سے اللہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

5:-رب العالمین میں قرائت آخری

'رب' کو منصوب پڑھ سکتے ہیں

- وجہ اوّل:- اَمدح فعل محذوف ہو گا
- وجہ ثانی:- ندا ہونے کی وجہ سے
- وجہ ثالث:- حمدتُ فعل محذوف کی وجہ سے

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

موضوع۔ "مالِکِ یوم الدّین" کے متعلق بحث

1- "مُلکِ" میں دو قرائتیں:

پہلی قرائت:-

یہ "مِلکُ" سے ہے اسم فاعل کے وزن پر بمعنی "مالک"

← {یہ مذہب ہے (عاصم، کسائی، یعقوب)۔}

دوسری قرائت:-

یہ "مُلک" سے ہے صفت مشبہ کے وزن پر بمعنی "حاکم"

← {یہ مذہب ہے (باقی قراء، قراء حرمین)}

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

2:-دوسری قرائت کو ترجیح حاصل ہے تین وجوہ کی بناء پر:-

وجہ اول:- یہ حرمین کی قرائت ہے جس پر قرآن کا نزول ہوا ہے۔

وجہ ثانی:- " لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ " میں اللہ کی تعظیم ہے کہ قیامت کے دن ان کی بادشاہت ہو گی۔

وجہ ثالث:- مالک ہونے کا دعوی تو کوئی بھی کر سکتا ہے لیکن حاکم ہر کوئی نہیں ہوتا۔

عبد الرحمن نذیر
SAIFIII

3:- باقی 7 قرائتیں شاذہ:-

← مَلْكِ	← مَلَكَ (ماضی)	← مَالِكًا
← مَالِكٌ	← مَالِكُ	← مَلِكُ
← مَلِكَ		

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

4:- الدین کے 3 معانی ہیں:-

- ← الجزاء
- ← شریعت
- ← طاعت

5: "مَالِكِ یَوۡمِ الدِّینِ" میں کونسی اضافت ہے؟

اشکال:- "مَالِكِ یَوۡمِ الدِّینِ" اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو رہا ہے جبکہ "مَالِكِ یَوۡمِ الدِّینِ" تو اضافت لفظیہ کی وجہ سے نکرہ، تو موصوف (اللہ) اور صفت (مَالِكِ یَوۡمِ الدِّینِ) میں مطابقت نہیں پائی جا رہی ہے۔

جواب :- اضافت لفظیہ کیلئے دو باتوں
کا ہونا ضروری ہے

پہلی بات "مضاف" میں :- ہیکہ اسمیں "
حال واستقبال + تجدد و حدوث "کا معنی ہو

دوسری بات "مضاف الیہ" میں :- ہیکہ وہ
"مفعول بہ" ہو

اگر اُن میں سے کوئی ایک بات بھی
نہیں پائی گئی تو اضافت معاویہ پائی جائیگی
جسکی سے اب دونوں معرفہ ہو جائینگے
لہذا اب موصوف اور صفت میں
مطابقت پائی جائیگی

6: قاعدہ:-

"موصوف بصفتہ پر حکم لگانا صفت کے علت ہونے پر دلالت کرتا ہے"

لہذا یہ صفات اربعہ ما قبل حکم (اللہ تعالیٰ تمام تعریفوں کے مستحق ہیں)

کے لیے علت ہیں۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ

موضوع:- ”اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ“ کے متعلق بحث

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

غیوبت سے خطاب کی طرف التفات

اب تک غائب کے صیغے استعمال ہو رہے تھے اب یہاں سے خطاب کے استعمال کئے جا رہے ہیں اس کی کی دو بنیادی وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: تصوف

پہلے اللہ تعالیٰ کی صفاتِ اربعہ (رب، رحمان، رحیم، مالک) بیان کیں جن سے وہ دوسروں سے ممتاز ہو گیا۔ تو اب اس ذات سے براہِ راست کلام کرنے کا شوق پیدا ہوا تو خطاب کا صیغہ استعمال کیا۔

دوسری وجہ: بلاغت

التفات سے کلام میں تازگی اور مخاطب میں چستی پیدا ہوتی ہے۔

مثال: "حَتّٰىٓ اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ"
(یہاں خطاب سے غائب کی طرف انتقال ہوا)۔

"إِیَّاکَ" کی تحقیق

کہ "اِیَّاکَ" میں اصل ضمیر کون سی ہے،:

اِیَّاکَ

قول اول: "ایّا" ضمیر ہے اور "کاف" حرفِ خطاب ہے جو مخاطب کی مناسبت سے لائی جاتی ہے۔

قولِ ثانی: "ایّا" ضمیر تو ہے لیکن "کاف" حرف نہیں بلکہ اسم ہے، تاکہ "ایّا" اپنے بعد والے کلمے کی طرف مضاف ہو سکے۔

قول ثالث:۔ ضمیر تو "کاف" ہے اور "ایّا" کو صرف سہارے اور اعتماد کے لیے شروع میں لایا گیا ہے

قول رابع: پورا مجموعہ (اِیَّاکَ) ہی ضمیر ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
S A I F I I I

عبد الرحمن نذیر
SAIFIII

لفظ "نَعۡبُدُ" کی تحقیق

معنی: انتہائی درجے کی عاجزی۔



لغوی مثالیں:

ذُو عَبَدَةٍ: صفائی کا وہ وہ کپڑا
ثرت سے استعمال کیا گیا ہو۔

خلاصہ: جہاں بھی لفظِ عبادت آئے گا، وہاں "انتہائی" کا مفہوم (انتہائی عاجزی، انتہائی استعمال وغیرہ) ضرور موجود ہوگا۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

مفعول "اِیَّاکَ" کو پہلے لانے کی وجوہات

تعظیم: اللہ کے نام کو اہمیت اور عزت دینے کیلئے۔

حصر: یہ واضح کرنے کیلئے کہ ہم "صرف" اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔

ترتیبِ وجود: چونکہ اللہ کا وجود کائنات میں سب سے مقدم ہے تو اس لیے ذکر میں بھی اسے مقدم رکھا گیا ہے۔

توجہ: یہ سکھانے کیلئے کہ عبادت گزار کی نظر اپنی عبادت پر نہیں بلکہ اپنے معبود پر ہونی چاہیے۔

جمع متکلم کے صیغے (نَعبُدُ، نَستَعین) کا مرجع:

مرجع: نمازی، فرشتے اور مقتدی ہیں یا تمام موحدین ہیں۔

جمع متکلم کا صیغہ استعمال کرنے کی حکمت:

حکمت: امام اپنی عبادت اور حاجت کو مقتدیوں کی عبادت کے ساتھ ملا دیا ہے تاکہ دوسروں کی برکت سے اس کی اپنی دعا اور عبادت بھی قبول ہو جائے۔ یہی باجماعت نماز کا مقصد بھی ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

استعانت کی دو اقسام

القسم الاول :-استعانتِ ضروریہ: وہ مدد جس کے بغیر مکلف نہیں بنایا جاتا۔اسے قدرتِ ممکنہ بھی کہتے ہیں۔اس کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں:

- بندہ کام پر قادر ہو۔
- وہ کام کا ماہر ہو۔
- ضروری آلات میسر ہوں۔
- کام کا مادہ موجود ہو۔

القسم الثانی: استعانتِ غیر ضروریہ

وہ مدد جو کام میں صرف آسانی پیدا کرنے کے لیے ہو: مثلاً: ایک شخص پیدل چل سکتا ہے لیکن اسے سواری فراہم کردینا۔

ترتیب اور تکرار کی حکمت

سوال:- "نَستعین" کے ساتھ دوبارہ "اِیَّاكَ" لانے کا مقصد؟

جواب:- مقصد یہ ہیکہ جس طرح عبادت صرف اللہ کی کرتے ہیں تو مدد بھی صرف اللہ ہی سے مانگتے ہیں۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

"نَعبُدُ" کو "نَستعین" پر مقدم کرنے کی وجہ:

- وجہ اوّل:- قافیے (فواصل) کی رعایت کے لیے۔
- وجہ ثانی:- عبادت کو بطور وسیلہ پہلے پیش کیا تا نکہ مدد کی درخواست قبول ہو سکے۔
- وجہ ثالث:- "نَعبُدُ" کہنے سے پیدا ہونے والے ممکنہ تکبر کو "نَستعین" کہہ کر ختم کیا گیا، یعنی یہ عبادت بھی اللہ ہی کی توفیق سے ممکن ہوئی۔

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ

موضوع: ”اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ“ کے متعلق بحث

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

ما قبل سے ربط

پہلا طریقہ

جب ہم نے کہا کہ ’اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ‘، تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کس چیز میں مدد طلب کرتے ہو تو بندے نے عرض کیا کہ: ’اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ‘۔

دوسرا طریقہ

ما قبل میں ہم نے تمام اہم امور میں اللہ سے مدد طلب کی تھی، اب یہاں سے خصوصاً ’ہدایت‘ میں مدد طلب جا رہی ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

ھدایت کا معنیٰ

نرمی کے ساتھ کسی کی رہنمائی کرنا

یہ لفظ ہمیشہ خیر ہی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

لفظ "اِھْدِنَا" کے دو مفعول

- پہلا مفعول بلا صلہ آتا ہے۔
- دوسرا مفعول (لام یا اِلیٰ) کے صلہ کے ساتھ آتا ہے اور کبھی محذوف بھی ہوتا ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

اشکال

قرآن میں تو ہیکہ

”فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ“

(انہیں جہنم کے راستے کی طرف چلاؤ)

یہاں تو نرمی کا مفہوم نظر نہیں آتا ہے۔

جواب

یہاں ”ھدایت“ کا لفظ بطور ڈانٹ
اور تنبیہ کیلئے استعمال ہوا ہے

عبد الرحمٰن نذیر

S A I F I I I

ہدایت کے چار مراتب

مخصوص مرتبہ

جو انبیاء اور اولیاء کے ساتھ خاص ہے، یعنی دلوں پر پوشیدہ رازوں کو کھولنا اور اشیاء کی حقیقت سے آگاہ کرنا۔

اعلیٰ مرتبہ

انبیاء کرام کا بھیجا جانا اور کتابوں کا نازل ہونا۔

متوسط مرتبہ

ان دلائل کو نصب کرنا جو حق و باطل اور مصالح و مفاسد میں فرق کرنے والے ہوں (جیسے زمین و آسمان)۔

ادنیٰ مرتبہ

ان قوتوں کا فیضان جن سے بندہ اپنی معاش کی مصالح کی طرف رہنمائی حاصل کرتا ہے (جیسے قوتِ عقلیہ، حواسِ خمسہ ظاہرہ و باطنہ)۔

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

اشکال

ہدایت یافتہ کا سوالِ ہدایت سے
تو تحصیلِ حاصل لازم آرہا ہے

جواب

وہ مزید ہدایت یا ہدایت پر ثابت
قدمی یا اُن درجات کے حصول کا
حصول کا سوال کر رہے ہیں جو
ابھی حاصل نہیں ہوئے۔

عبد الرحمن نذیر
SAIFIII



عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII
یہ مشتق ہے
"سَرِطَ الطَّعامَ" سے
یعنی (کھانا نگل لینا)
الصِّراط
اسے صراط اس لیے کہتے
کیونکہ یہ بھی مسافر کو
اپنے اندر نگل لیتا ہے۔

'اَلصِّرَاطَ' میں تین مشہور قراء تیں

اشمام کے ساتھ	صاد کے ساتھ	سین کے ساتھ
اشُمَامِ یعنی 'صاد' میں 'زا' کی آواز ملا کر پڑھنا تانکہ وہ سین کے قریب ہو جائے۔(امام حمزہ کی قرائت)	**الصِّرَاطَ** (جمہور قراء اور لغتِ قریشِ کے قرائت)۔	**اَلسِّرَاطَ** (ابن کثیر اور رویس کی قراءت)۔

اَلْمُسْتَقِیْم

راہِ حق

ملتِ اسلام

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

موضوع: "صِرَاطَ الَّذِینَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ" کے متعلق بحث:

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

1- نحوی ترکیب:

یہ آیت یعنی (صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ)
اپنے ماقبل آیت "صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْمِ" سے
"بدل" بن رہی ہے۔

اور بدل اور مبدل منہ میں بدل ہی
مقصود ہوتا ہے

اور بدل اور مبدل منہ کا
عامل ایک ہی ہوتا ہے
یعنی دونوں کا عامل "
اِھْدِنَا" ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

2:- اشکال:-

اگر بدل ہی مقصود ہوتا ہے تو براہِ راست "اِهْدِنَا صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" کیوں نہیں کہا گیا؟

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

جواب:-

اس کی دو وجوہات ہیں:

وجہ اول:- "تاکید":

یعنی عامل (اِھْدِنَا) کی تکرار سے ہدایت کی طلب میں تاکید پیدا کرنا مقصود ہے۔

وجہ ثانی:- "وضاحت":

یعنی بدل مبدلِ منہ سے زیادہ واضح ہوتا ہے تو یہاں بدل سے یہ واضح ہو گیا کہ "صراطِ مستقیم" سے مراد مسلمانوں کا راستہ ہے، نہ کہ "انبیاء" یا "تحریف و نسخ سے پہلے کے اصحابِ موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام" کا راستہ۔

3:-"نعمت" کی اقسام:-

اللہ کی نعمتوں کو تو انسان شمار نہیں کر سکتا لیکن ان نعمتوں کو دو بڑی اجناس (اقسام) میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلی قسم:- اخروی نعمتیں:

وہ نعمتیں جو انسان کو آخرت میں ملیں گی جیسے گناہوں سے پاک ہونا ← اللہ کی رضا اور خوشنودی ← علیین میں اعلیٰ مقامات کا حصول۔
(یہاں یہی قسم مراد ہے)

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

دوسری قسم۔ دنیاوی نعمتیں جسکی مزید دو ذیلی اقسام ہیں:

تفصیل	قسم
وہ نعمتیں جن میں انسان کی اپنی محنت کا دخل نہیں ہوتا (جیسے روح، عقل فہم فکر، نطق)۔	موہوبی
وہ نعمتیں جو انسان اپنی محنت سے حاصل کرتا ہے (جیسے اچھے اخلاق، مہارتیں، لباس، زیورات اور مال وجاہ)۔	کسبی

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

موہوبی نعمتوں کی اقسام:

روحانی: روح کا پھونکا جانا اور اسے عقل، فہم اور فکر کی قوتوں سے روشن کرنا۔

جسمانی: انسانی بدن کی ساخت، جسمانی قوتیں اور اعضاء کا مکمل ہونا۔

موضوع:۔ "غَيرِ الۡمَغضُوبِ عَلَيهِمۡ وَلَا الضَّالِّينَ" کے متعلق بحث

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

1 :- نحوی ترکیب

"غَیْرِ" یا تو مجرور ہو گا یا منصوب ہو گا۔

اگر مجرور ہو تو اس کی میں صورتیں ہیں:

- پہلی صورت:- اس کو بدل بنا دیں گے "اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ" سے۔
- دوسری صورت:- اس کو ہم صفت بنا دیں گے، 'اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ" سے خواہ صفتِ مقیدہ بنائیں یا صفتِ مبینہ بنائیں۔

اگر اس کو منصوب پڑھتے ہیں تو "غَیْرِ" میں تین صورتیں ہیں:

- "مفعول بہ" بنا دو 'آعنی' فعل محذوف سے۔
- "مستثنیٰ متصل" بنا دو۔
- "حال" بنا دو 'اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ" میں 'ھُمْ' ضمیر سے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

2:- لیکن حال بنانے کی صورت میں دو اشکال ہوتے ہیں:

پہلا اشکال: حال اور ذوالحال کا عامل تو ایک ہوتا ہے حالانکہ یہاں پر ھُمْ (ذوالحال) کا عامل تو 'علیٰ' ہے، جبکہ 'غَیْرِ' (حال) کا عامل تو 'اَنْعَمْتَ'' ہے۔

دوسرا اشکال: حال تو فاعل یا مفعول کی ھیئت کو بیان کرتا ہے جبکہ ''ھُمْ'' نہ فاعل ہے نہ مفعول۔

دونوں اشکال کا ایک ہی جواب:-
''عَلیٰ'' کو ہٹا دو دونوں اشکال ختم ہو جائیں گے

3:- "اَلۡمَغۡضُوۡبِ" کا معنی ہے:-

"نفس کا انتقام کے ارادہ سے جوش جوش مارنا۔"

عبد الرحمٰن نذیر

SAIFIII

لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو یہاں پہ انتہاء یعنی کہ سزا مراد ہوتی ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

4:- "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ"

"هُمْ" یہ محلِ رفع میں ہے۔
اس لیے کہ "اَلْمَغْضُوْبِ" اسم مفعول
کا نائب فاعل واقع ہو رہا ہے۔

جبکہ "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ"،
میں "هُمْ" وہ محلِ نصب میں ہے
مفعول بہ ہونے کی وجہ سے۔

5:- "وَلَا الضَّآلِّيْنَ" میں "لا" زائدہ ہے۔

5:-
"وَلَا الضَّآلِّيْنَ"
میں "لا" زائدہ ہے۔

اشکال:-
"لا" زائدہ کے لیے
ضروری ہے کہ ماقبل
میں نفی ہو،

جواب:-
ماقبل میں "غیر" کو
"لا (نفی)" کے معنی میں
مان لیں گے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

6:- ”الْمَغْضُوْبِ“ اور ”الضَّآلِّیْنَ“ کا مصداق؟

احتمال اول

”الْمَغْضُوْبِ“ سے ”یہود“ اور
”الضَّآلِیْنَ“ سے ”نصاریٰ“
مراد ہوں۔

احتمال ثانی

’الْمَغْضُوْبِ“ سے ”فاسق‘
اور ’الضَّآلِیْنَ“ سے ”کافر“ اور
مراد ہوں

موضوع:۔ "آمین" کے متعلق بحث:۔

عبد الرحمٰن نذیر

S A I F I I I

1:- لفظِ آمین کی تحقیق: یہ اسمائے افعال میں سے ہے اور اس کا معنی ہے "استجب" یعنی "اے اللہ ہماری اس دعا کو قبول فرمائیے۔

2:- اشکال: اسمائے افعال تو مبنی بر سکون ہوتے ہیں جبکہ آمین تو مبنی بر فتحہ ہے؟

جواب:- اگر ہم آمین کو بھی سکون دے دیتے تو التقائے ساکنین ہو جاتا (یعنی یاء بھی ساکن اور نون بھی ساکن) لہذا ہم نے اس کو مبنی بر فتحہ دے دیا جیسے کہ "اَین" میں۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

3:- آمین میں قراتیں دو ہیں:-

- الفِ ممدودہ (آمین)
- الفِ مقصورہ (امین)

حکم

4:- آمین قرآن کا جز: نہیں ہے، لیکن سنت یہ ہیکہ سورۃ فاتحہ کو آمین پر ختم کیا جاتا ہے۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

5:- آمین کہنا: جہراً یا سراً؟

امام شافعیؒ

کے نزدیک جہری نمازوں میں
امام جہراً پڑھے گا اور سری
نمازوں میں سراً پڑھے گا۔

احناف

کے نزدیک تمام نمازوں میں
اس کو سراً ہی پڑھا جائے گا۔

6:- سورہ فاتحہ کی فضیلت:

حدیث اول

ابوہریرہؓ سے روایت: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کہ کیا میں تمہیں خبر نہ دوں ایسی سورت کے بارے میں جو نہ تورات میں نازل ہوئی، نہ انجیل میں اور نہ باقی قرآن میں؟ وہ سورہ فاتحہ ہے جس کی سات آیات ہیں اور وہ قرآنِ عظیم ہے جو مجھے عطا کی گئی ہے۔"

عبد الرحمن نذیر
SAIFIII

حدیث ثانی

ابن عباس رضؓ سے روایت: ہم آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک فرشتہ آیا اور فرمایا کہ آپ کو خوشخبری ہو دو ایسے نوروں کی جو صرف آپ کو عطا کیے گئے، آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کیے گئے؛ وہ فاتحۃ الکتاب ہے اور سورہ بقرہ کی آخری آیات ہیں۔ آپ اس میں سے ایک حرف بھی نہیں پڑھیں گے مگر یہ کہ آپ کو عطا کر دیا جائے گا۔

عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII

حدیث ثالث

حذیفہ بن یمانؓ سے روایت: آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک قوم تھی کہ اللہ نے اس پر حتمی طور پر عذاب کا فیصلہ فرما دیا تھا، لیکن ان کے بچوں میں سے ایک بچے نے **الحمد للہ رب العالمین** کی قرات کی، جب اللہ تعالیٰ نے یہ سنا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے چالیس سال تک عذاب کو دور فرما دیا۔



عبد الرحمٰن نذیر
SAIFIII